اُردو نثری نظم اور لِسانی تشکیلات

Urdu Prose Poetry and Linguistic Structures

ڈاکٹر سید ناصر حسین کاظمی[i]

Abstract:

It is a common and important principle of linguistics that when a word or language begins to die, a new word or language is formed from its womb and womb, which is a modified form of it. Then the newly formed word or language spreads and flourishes for a long time, new words come into use, when this or that language also dies, it is made obsolete and a new one is formed. Thus, once again, new words start coming into existence and the process of art continues along with evolution. In Urdu, prose poetry is actually the basic spirit of linguistic formations, which not only establishes a new metaphorical system of language in the lines of the poem, but also makes its semantic status more lively. Prose poetry is the name of new linguistic formation, expansion of metaphors and similes, formation of new symbols and presentation of new meanings and concepts. In any piece of literature, especially in poetry (prose poetry), the kingdom of meanings is established when the language and meanings are clear and correct. Thus, simultaneously, the path of language expansion on the one hand and thought expansion on the other is being paved. Among the poets who have experimented with linguistic composition in prose poetry, the linguistic experiments of three important prose poets are discussed. These include Iftikhar Jalib, Anis Nagi, and Saleem Shahzad.

Keywords: Linguistics, Language death, New word/Language formation, Evolution, Prose poetry, Linguistic formations, Linguistic composition/Experiments, Iftikhar Jalib, Anis Nagi, Saleem Shahzad.

لسانیات کا یہ عام اور اہم اصول ہے کہ جب کوئی لفظ یا زبان مرنے لگتی ہے تو اس کی کوکھ اور بطن سے ہی نیا لفظ یا زبان کی تشکیل ہوتی ہے جو اسی کی متغیر شکل ہوتی ہے ، پھر نیا تشکیل شدہ لفظ یا زبان مدتِ مدید تک پھیلتی پھولتی ہے ، نئے نئے لفظ رائج ہوتے ہیں جب یہ بھی یا زبان مردہ ہو جاتی ہے تو اُسے متروک کر کے نئی تشکیل ہو جاتی ہے یوں ایک بار پھر نئے لفظ معرضِ وجود میں آنے لگتے ہیں اور ارتقاء کے ساتھ ساتھ فن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اُردو میں نثری نظم دراصل لِسانی تشکیلات کی بنیادی روح ہے جو نہ صرف نظم کی لائنوں میں لسان کا نیا استعاراتی نظام قائم کرتی ہے بل کہ اس کی معنوی حیثیت کو مزید جان دار بنا دیتی ہے۔ نثری نظم نئی لِسانی تشکیل ، استعاروں اور استعاروں کی توسیع ، نئی علامتوں کی تشکیل اور نئے معانی اور مفاہیم پیش کرنے کا نام ہے۔ کسی بھی ادب پارے میں بالخصوص شاعری (نثری نظم) میں جہاںِ معانی کی سلطنت اس وقت قائم ہوتی ہے جب زبان اور معانی واضح اور درست ہوتا ہے۔ یوں بیک وقت ایک طرف تو توسیعِ زبان تو دوسری طرف توسیعِ فکر کا راستہ ہموار ہوتا چلا جاتا ہے۔

کلیدی الفاظ: لسانیات ، زبان کی موت ، نئے لفظ/زبان کی تشکیل ، ارتقاء ، نثری نظم ، لسانی تشکیلات ، لسانی ساخت/تجربات ، افتخار جالب ، انیس ناگی ، سلیم شہزاد۔

اُردو زبان کے تشکیلی اور ارتقائی دور سے متعلق لِسانی مسائل اور اس کے مباحث ابتدا سے چلے آ رہے ہیں۔ اُردو زبان کی تشکیل میں الفاظ کی توڑ پھوڑ اور اس کی از سرِ نو تعمیر نہ صرف لِسانیات کے ماہرین کے توسط سے ہوئی بل کہ اس کی تشکیل اور ارتقائی منازل بہت سے ناول نگار، افسانہ نگار اور شعرا کے ہاتھوں

[i] انڈی پینڈنٹ اسکالر ، بہاول نگر۔ (Corresponding Author)

ہوتی رہی اور اس تسلسل کو آج تک بڑی ذمہ داری کے ساتھ بہت سے شعرا نبھاہ رہے ہیں۔ کسی بھی زبان کی تشکیل اور ارتقاء زبان کے زندہ ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پُرانے لفظ متروک ہوتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے لفظ اپنے نئے معانی میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ گویا زبان کی تشکیل کے پہلے مرحلے میں نئے الفاظ کے بننے سے نئی لِسانی تشکیل جنم لیتی ہے اور دوسرے مرحلے میں معنی کی تشکیل بھی ہوتی ہے۔ لفظوں سے نئے لفظ اور ان کے معنی سے نئے معنی تشکیل پاتے ہیں۔

اگر اُردو زبان کی لِسانی تشکیل کے پس منظر میں جایا جائے تو اس کے لِسانی مسائل اور نکات کا سہرا انشاء اللہ خاں انشاؔ اور محمد حسین آزادؔ کے مرہونِ منت ہے۔ اگر تحقیقی حوالے سے دیکھا جائے تو اُردو کی پیدائش اور ابتدا کا نظریہ سب سے پہلے حافظ محمود شیرانی نے پنجاب میں اُردو میں پیش کیا۔ ان کے ساتھ ساتھ جدید لِسانیاتی نقطۂ نظر سے سیّد محی الدین قادر زور نے بھی اُردو زبان کے مطالعے میں وقت صرف کیا اور بہت سے لسانی مباحث پیش کیے۔ اس سے اگلے مرحلے میں پروفیسر مسعود حسین خاں بڑے لِسانی محقق اور ماہرِ لسانیات ہیں جنھوں نے لِسانی عوامل اور اس کی تشکیل پر جامع اور مدلل تحریریں پیش کیں۔

دنیا کے مختلف خطّوں اور علاقوں میں رہنے والے افراد مختلف زبانیں اور بولیاں بولتے ہیں اور ہر مخصوص علاقے میں رہتے ہوئے وہاں کے افراد اور شعرا وقتاً فوقتاً لِسانی تشکیل کا عمل دُہراتے رہتے ہیں۔ اگر ایک علاقے یا خطّے میں ایک لفظ بولا یا سمجھا جاتا ہے تو کچھ میل کی دوری کے بعد اس لفظ کی شباہت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس کا معنی وہی رہتا ہے لیکن مزید فاصلے پر نہ صرف اُس لفظ کی شباہت تبدیل ہو جاتی ہے بل کہ اس کا معنی بھی نئی تشکیل کے مراحل میں داخل ہو جاتا ہے۔

یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب کسی خطّے میں رہنے والوں کا مقام تبدیل ہو جاتا ہے۔ مقام کی تبدیلی سے ہمیں انسانوں کے نہ صرف رہن سہن کے طور طریقوں اور تہذیب میں تبدیلی نظر آتی ہے بل کہ ان کی بول چال میں بھی فرق محسوس ہوتا ہے۔ مختلف علاقوں کی زبان اور بول چال کا یہ فرق اس بات کی دلیل ہے کہ مختلف مقامات کے لوگ نہ صرف مختلف زبانیں بولتے ہیں بل کہ ان کے معانی کی بھی تشکیل کرتے ہیں۔

عام بول چال کی زبان سے ادب کی زبان مختلف ہوتی ہے۔ بول چال کی زبان میں بھی لِسانی

تشکیل کا عمل جاری رہتا ہے، بہت سے ادبا اور شعرا بھی زبان کی تشکیل میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اُردو زبان کی تشکیل کے بارے میں مرزا خلیل احمد بیگ کی رائے پیش ہے:

> پورے شمالی ہندوستان میں مغرب تا مشرق، نیز جنوبی ہند کے بعض علاقوں میں بولی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال میں بھی ہند آریائی زبانوں کا چلن ہے۔ ہند آریائی کے بولنے والے آریا قوم کے لوگ ہیں جن کی تاریخ ساڑھے تین ہزار سال پرانی ہے۔ اُردو زبان کا تعلق اسی ہند آریائی خاندان سے ہے۔[۱]

اُردو کے لِسانی رشتہ کے حوالے سے مرزا خلیل احمد بیگ کی مزید رائے پیش ہے:

> سنسکرت نے اپنے ارتقا کے دوران ہندوستان کی غیر ہند آریائی بولیوں کے اثرات قبول کیے ہیں اور انھیں بھی متاثر کیا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اُردو کا لِسانیاتی رشتہ سنسکرت سے استوار ہے۔ اُردو بالخصوص قدیم اُردو سنسکرت سے استوار ہے۔ اُردو بالخصوص قدیم اُردو میں سنسکرت کے بے شمار الفاظ پائے جاتے ہیں جنھیں 'تتسم' کہتے ہیں۔ اُردو کے صوتی نظام میں بھی سنسکرت نژاد آوازیں (جنھیں ہندی الاصل آوازیں بھی کہتے ہیں) عربی و فارسی آوازوں سے بہ لحاظِ تعداد زیادہ ہیں کیوں کہ بنیادی طور پر اُردو ایک ہند آریائی زبان ہے۔[۲]

لسانیات کا یہ عام اور اہم اصول ہے کہ جب کوئی لفظ یا زبان مرنے لگتی ہے تو اس کی کوکھ اور بطن سے ہی نیا لفظ یا زبان کی تشکیل ہوتی ہے جو اسی کی متغیر شکل ہوتی ہے، پھر نیا تشکیل شدہ لفظ یا زبان مدتِ مدید تک پھیلتی پھولتی ہے، نئے نئے لفظ رائج ہوتے ہیں جب یہ بھی یا زبان مردہ ہو جاتی ہے تو اُسے متروک کر کے نئی تشکیل ہو جاتی ہے یوں ایک بار پھر نئے لفظ معرضِ وجود میں آنے لگتے ہیں۔ یوں ارتقاء اور فن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

ساٹھ کی دہائی میں جب نثری نظم کا آغاز ہوا تو نثری نظم کے شعرا نے زبان کی نئی تشکیل کی جس میں ابتدا میں تو میراجی اور ن۔م راشد نے آزاد نظم میں اپنی شناخت کا مرحلہ طے کیا تو ساتھ ہی افتخار جالب

نے لِسانی تشکیلات کا عَلم بلند کیا جس میں ان کے ہم عصر شعرا انیس ناگی، جیلانی کامران اور سلیم شہزاد نے نثری نظم کو لسان کی نئی تشکیل کا جواز فراہم کیا اور نثری نظم میں لِسانی تجربات ایسے طاقت ور انداز میں ہوئے کہ اُس نے مروّجہ لِسنانی ڈھانچے کو توڑ کر ازسرِ نو تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں جہاں افتخار جالب اور انیس ناگی نے بالترتیب نئی شاعری (مجموعہٗ مضامین) اور شعری لِسانیات اور نیا شعری اُفق لکھ کر لِسانی تشکیلات کی فکری صورتِ حال کے مباحث کا آغاز کیا وہاں فنّی اور جدلیات کی تفہیم کاری کے لیے بنیاد فراہم کی۔ اُردو میں نثری نظم دراصل لِسانی تشکیلات کی بنیادی روح ہے جو نہ صرف نظم کی لائنوں میں لسان کا نیا استعاراتی نظام قائم کرتی ہے بل کہ اس کی معنوی حیثیت کو مزید جان دار بنا دیتی ہے۔

لِسانی تشکیلات زبان کی وہ نئی تشکیل ہے جس میں لفظ کو ازسرِ نو تعمیر کیا جاتا ہے جس سے لفظ نہ صرف اپنی لِسانی تشکیل میں ظاہر ہوتا ہے بل کہ نئے معانی کی تشکیلات کے سفر کا بھی آغاز ہوتا ہے۔ لِسانی تشکیل کو اس بُنت میں دیکھنا کہ اس میں لفظوں کا چناؤ رائج الوقت اسلوب سے مختلف ہوتا ہے اور اس میں معنی اور مفاہیم کی نئی صورت سامنے آتی ہے۔ چوں کہ ادب میں نئے موضوعات کی تلاش اور پیش کش ہمیشہ سے اہم رہی ہے۔ اس لئے اس روش پر چلنے والے ادیبوں اور شاعروں نے موضوع اور صیغہٗ اظہار کے لیے علیحدہ علیحدہ فاصلے قائم کیے ہیں۔ اسی طرح موضوع کے حامی نئے اور عظیم کو ہر انحراف کا جواز دیتے رہے۔ نئے اور عظیم کی تلاش نے بنی بنائی زبان کا ڈھانچہ توڑ دیا ہے اور ایسے لوگ بنی بنائی زبان کی بقا کے لیے جدوجہد کر رہے تھے، اب اپنے مقام سے ہٹ گئے ہیں۔

نثری نظم دراصل نئی لِسانی تشکیل، استعاروں اور استعاروں کی توسیع، نئی علامتوں کی تشکیل اور نئے معانی اور مفاہیم پیش کرتی ہے۔ لِسانی تشکیل اور اس کی اہمیت کے بارے میں افتخار جالب اپنی کتاب لسانی تشکیلات اور قدیم بنجر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

> لِسانی تشکیلات الفاظ کو اشیاء کی نمائندگی کے بجائے بطور اشیاء مرکب ترکیبی کے مشمولات میں جگہ دیتی ہیں۔ الفاظ اگر اشیاء کی محض نمائندگی کریں تو اشیاء کے حسن و قبیح سے اٹوٹ تعلق کے باعث غلط اور صحیح، مناسب اور نامناسب، قرینِ قیاس اور دُور از کار، جائز اور ناجائز وغیرہ ایسے صفاتی اجزائے بیاں کہ تشخیصِ قدر

> سے مملو ہوتے ہیں، غیر متعلق کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ شیئت، کہ شعر و ادب کا طرّۂ امتیاز ہے، اثر و نفوذ کی بنیاد ہوتے ہوئے بھی ثانوی درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ الفاظ کو بطور اشیاء استعمال میں لایا جائے تو تجسیم و تخصیص کے خصائص اُجاگر ہوتے ہیں اور بے رنگ عمومیت سے جان بچ جاتی ہے۔ الفاظ بطورِ اشیاء شعر و ادب سے باہر کوئی وجود نہیں رکھتے۔ الفاظ کے بطورِ اشیاء وجود دینے میں تخلیقی فن کاروں کو پورا پورا اختیار ہے۔ تخلیقی فن کاروں کو ابھی تک ان تسمہ پا اصولوں سے نجات حاصل نہیں ہوئی جو الفاظ کو اشیاء کی محض نمائندگی کرنے والے نشانات تک محدود کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ لِسانی تشکیلات کے حوالے سے الفاظ بطور اشیاء جلوہ گر ہوتے ہیں۔ معانی، دروبست، ترتیب، قُرب و بُعد اور رشتے جو مقام پاتے ہیں وہ وسیع ترین دست گاہی کی روشن دلیل ہے کہ تخلیقی فن کار کے ارادے اور تخیّل کی قید کے سوا کوئی قدغن نہیں، پھیلاؤ ہی پھیلاؤ ہے، سچ ہی سچ ہے، حد نہیں، انتہا نہیں۔ فروعی مباحث کی رخنہ اندازی اس وقت شروع ہوتی ہے جب الفاظ کو اشیاء کی دنیا سے نکال کر محض نمائندگیٔ اشیاء کے فرائض سپرد کر دیے جاتے ہیں۔[۳]

میرؔ، غالبؔ اور فیضؔ کے مجموعی اسلوب کے بعد جدید لسانی تشکیلات میں ظفر اقبال، سرِفہرست ہیں۔ ظفر اقبال اگرچہ غزل گو شاعر ہیں مگر جب لِسانی تشکیل کی بات ہو گی تو ان کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی شاعری میں مروّجہ لفظ اور لہجے کی تمیز نظر نہیں ملتی بل کہ ظفر اقبال نے لفظ کو از سرِ نو تعمیر کر کے خود مختار تجرید میں متشکل کیا ہے۔

لفظوں سے ذہن میں بننے والے نئے امیجز کو تخلیق کر کے صاحبِ عہد کا رتبہ حاصل کیا۔ یہی لوگ جب تخلیقی قوتوں کی نئی راہیں اور حدیں متعارف کرواتے ہیں تو نہ صرف زبان کی نئی تشکیل اور مجسم سے مجرد کرنے کا ایسا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو بعد میں شعر و ادب میں رائج ہو جاتا ہے، یوں لِسانی تشکیل کے ساتھ ساتھ نئے سے نئے معانی کی تشکیل میں جہانِ معنی آباد ہو جاتا ہے۔ کسی بھی ادب پارے کے بالخصوص شاعری (نثری نظم) میں جہاںِ معانی کی سلطنت اس وقت قائم ہوتی ہے جب زبان اور معانی واضح

اور درست ہوتا ہے۔ یوں بیک وقت ایک طرف تو توسیعِ زبان تو دوسری طرف توسیعِ فکر کا راستہ ہموار ہوتا چلا جاتا ہے۔

افتخار جالب جو خود لِسانی تشکیلات کے علم بردار رہے ہیں، ظفر اقبال کی لِسانی تشکیلات پر گفت گو اس انداز میں کرتے ہیں جو انھوں نے ظفر اقبال کی کتاب گلا فتاب کے دیباچہ میں تحریر کی ہے:

> یہ از بس ضروری ہے کہ زبان و بیان کو خیالات و جذبات کی تشکیلی جنم بھومی قرار دیا جائے اور محض وسیلے کا مفروضہ ترک کرکے زبان و بیان اور تجربے کو بطور اکائی تسلیم کیا جائے ظفر اقبال کی تجرید اور مزاح نے زبان و بیان کو تغیر و تبدل کی اساسی اکائی سے روشناس کرایا ہے۔ ٹھوس زبان کو تجرید آمیز پہناوا دینے کے ساتھ ساتھ اسماء و صفات کی حدِ فاصل توڑ دی ہے، الفاظ کی بندش کا اُصول بدل دیا ہے: اب لفظ محض مقبول عوامی رشتوں میں نہیں بندھتے، فن کار کی قدرت اور ارادے سے کہ سراسر انفرادی ہے، آپس میں جُڑتے ہیں! ادب میں زبان کا پورا وجود بروئے کار آتا ہے۔ زبان اکائی اکائی لفظوں سے جملوں میں، فرد فرد جملوں سے پیراگرافوں میں اور پیراگرافوں کے اتحاد سے مکمل مضمون بنتی ہے تو فکر کے رشتے سے، شعر کے حوالے سے نہیں کہ شعر بذاتہٖ وہ اکائی ہے جس کو ٹوٹ پھوٹ میں پیراگراف، فقرے اور الفاظ کی تلاش کیے جا سکتے ہیں، ان کے اتحادِ محض سے شعر یوں نہیں بنتا کہ لفظوں، فقروں اور پیراگرافوں کا اکٹھ فکر، گرامر اور مروّجہ جذباتی اسلوب کے تحت ہو سکتا ہے، طریقتِ شعر کے ذریعے نہیں۔[۴]

ظفر اقبال نے لِسانی تشکیلات میں بہت اہم کردار ادا کیا جس کا ثبوت ان کی غزلوں کے مجموعے کے نام گلافتاب سے ظاہر ہے۔ ان کی غزل کے چند اشعار بطور حوالہ (لِسانی تشکیل) پیش ہے:

فصیح فراسٹ عزائم بلیغ عنقا میں — کدام خاک اڈائیم دشت، دریا میں
لفظ لپیٹ ہوس پیش کش عجب یونیق — درشت دائرہ اسلوبیاں مصفا میں
لہو لہانیہ شوھید خاک مشت خراب — فٹیگ فوج محاذ آرزو مہیا میں [۵]

ان اشعار میں فصیح فراسٹ، خاک اڈائیم، درشت دائرہ اسلوبیاں، لہولہانیہ، فٹیگ ایسے الفاظ ہیں

جو لسان کی نئ تشکیل کی خبر دیتے ہیں۔

لِسانی تشکیلات کے زیرِ اثر ہی دراصل نثری نظم کا آغاز ہوا، کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ نثری نظم میں جن شعرا نے لِسانی تشکیل کے تجربات کیے ہیں ان میں تین اہم نثری نظم کے شعرا کے لِسانی تجربات کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ جن میں افتخار جالب، انیس ناگی اور سلیم شہزاد شامل ہیں۔ یہ لِسانی تشکیل کے وہ نثری نظم نگار ہیں جنھوں نے اوّل اوّل لِسانی تجربات کیے اور آج بھی سلیم شہزاد ان اہم شعرا میں سرِ فہرست ہیں جو موجودہ عہد میں بھی لِسانی تشکیل کر رہے ہیں اور نئے الفاظات کو منفرد انداز میں استعمال کر رہے ہیں ان شعراء کے بالترتیب لِسانی تشکیل کے تجربات پیش ہیں۔

افتخار جالب کا شمار ساٹھ کی دِہائی میں ان لِسانی تشکیل کے شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے نئ شاعری کو نثری نظم کی صورت پیش کیا جس میں الفاظ و تراکیب، معانی و مفاہیم کو جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق برتا گیا جس سے لِسانی تشکیلات کی تحریک شروع ہوئی یوں افتخار جالب کا شمار ان بانی شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے نثری نظم میں لسانی تشکیلات کی بنیاد ڈالی۔ افتخار جالب کی ترتیب دی ہوئی منفرد زبان صحافت کی بیانیہ زبان، کلاسیک کی روایت اور رومان کی زبانوں سے مختلف ہے۔ ان کی شاعری، ان کی نثری نظمیں پُر سکون جذبات کا اظہار نہیں کرتیں بل کہ ان کے اندر ہمیں حقائق، خیالات، تصوّرات اور خواب، زندگی کے دہکتے ہوئے صحرا کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جن میں مستعمل اور غیر مستعمل علامتوں اور پیچیدہ استعاروں کے ذریعے ایک بحرانی صورتِ حال کا بیان ملتا ہے۔

دراصل لِسانی تشکیلات سیدھا سادھا بیانیہ نہیں تھا بل کہ جمالیاتی اختصار کا دوسرا نام تھا۔ نثری نظم میں زبان کی نئ تشکیل علامت اور تجریدیت کے پیرائے میں متشکل ہوتی ہوئی ڈھلتی ہے اس میں تراکیب کی بندش، نئے الفاظ کا استعمال صوتی پیراہن اور معنوی تشکیل شامل ہے۔

افتخار جالب کی نظموں میں اس کی پیش کش کس انداز میں کی ہے، نمونے کے طور پر ملاحظہ کیجیے:

جب جنسیاتی دھما چوکڑی دستور ہوتی تھی

....

کچھ تو عادت کی زمانہ گیری ہے

....

کیا معانقہ اور شدّتِ تشدد آپس میں بدل سکتے ہیں

نہیں یہ تم نے میری کوملتا کو ریچھ ملیچھ کے سپرد کر دیا

....

ڈاکٹر امبید کر کے لکڑ دگڑ دادا

میرے دگڑ دگڑ دادا کے دوست تھے

....

یونوں کے کشتوں کو پشتے لگ جاتے ہیں

اور ان کی لاشوں کو ہیروشیما اور ناگاساکی میں

گلنے مرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے، اسنس

....

افتخار جالب کی چند نظموں کے مصرعے پیش کیے گئے جن میں لِسانی تشکیل کا تجربہ دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کی ایک اور نظم ''وصل نفی کے قرب و جوار میں'' اس نظم میں نئے لفظوں اور ان کے معانی کی تشکیل ملاحظہ کیجئے:

سَو قِسموں کی قطع و برید کے بعد شقاوتوں سے آمیختہ غیبتوں کی تائیدوں کو لے کر لایعنی اسطوری بکارتوں کی تصبیحوں کے اندر چیتھڑوں میں لپٹائے ننھی سی خفّت ایسی شفق سی لال بھبھوکا عقیدتیں، ان متموّل لفظوں کی تشنہ شیفتگیوں سے قید: زبان کا ذائقہ جس کے لیے

کوئی اسمِ صفت موجود نہ ہو

کِسی طور لذّتی نعمتوں کا کفران کرے..............بطلان میں بھی تو

چاہے کتنا ہی مبہم کیوں نہ ہو، بہر حال میں اکھڑے شعور کی ناہموار کثافتیں

کروٹ لیتی ہیں

اعصاب، تشنجوں کے ہیجانی شکنجوں میں ٹوٹتے ٹوٹتے

بندگی کے بے باکیوں والی غنودگیوں میں

دم توڑتے ہیں، مغلوب حیا کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے
وہ پھول کہ جن کی بطنوں میں
نوزائید گی خلوتیں پاتی ہیں، کچھ ایسے نشان بھی چھوڑتے ہیں
جنھیں موجوں کے بوسے نکھارتے ہیں وار فتگی میں
سب بندشوں کی پس پائیوں کے نقشِ قدم بھی صفحۂ ہستی سے مٹتے ہیں
صحراؤں کی لامحدود لق و دق تنہائی میں چشمۂ زم زم پھوٹتا ہے
اک شور سماعتوں کو جھنجھوڑے بغیر خلل اندازیاں کرنے لگتا ہے
ریڑھ کی ہڈّی سے پیروں کی پوروں تک احکام چٹخنے لگتے ہیں
سر، حجلۂ خواب سے جاگتا ہے
دِن اپنی طہارتوں کی فرمائشوں سے شرمندگیوں کے دریچوں سے جھانکنے لگتا ہے
خواہشوں، وعدوں، آرزوؤں کو وصل نفی کے قرب وجوار میں چھوڑ آتا ہے[٦]

اس نظم میں لایعنی اسطوری بکارتوں کی تصیحوں کے اندر چیتھڑوں میں لپٹائے، لال بھبھوکا عقیدتیں، لفظوں کی تشنہ شیفتگیوں میں قید، لذّتی نعمتوں کا کفران، اعصاب، تشنّجوں کے ہیجانی شکنجوں میں ٹوٹتے ٹوٹتے، بندگی کی بے باکیوں والی غنودگی، نوزائیدگی خلوتیں وغیرہ ایسے الفاظ، تراکیب اور لائنیں ہیں جو لِسانی تشکیل کا تجربہ ہے۔

نثری نظم نے جہاں نئی لِسانی تشکیل کی وہاں اس کا فکری نظام اور جدید اسلوب بھی تشکیل پایا۔ افتخار جالب کے بعد انیس ناگی کی زبان کی نئی تشکیل میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ جس لِسانی پیرائے کی تشکیل میں مصروف تھے اس کے خلاف یا اس کی تردید میں آوازیں بلند ہوئیں مگر جلد ہی اس کو تسلیم کیا جانے لگا کیوں کہ نثری نظم میں امیجز کی نوعیت تجرباتی تھی۔ اس کی پیروی میں ہر نیا شاعر ہر طرح کے وسائل اور ذرائع کو کام میں لا کر عہدِ حاضر کی نہ صرف پیچیدگی کو دور کر رہا تھا بل کہ نئی نظم اس کی لِسانی اور معنوی تشکیل کے روبہ رو کھڑے ہو کر خوش آمدید بھی کہہ رہا تھا۔ انیس ناگی نثری نظم کی ہیئت کی بجائے صرف اس کے موضوعات اور لِسانی تراکیب سے ترسیل کے بہت سے پہلو وضع کرنے کے ساتھ ساتھ نئے لِسانی مرکبات اور نئے محاکات کی تخلیق کو نئی شاعری کی اساس بناتے ہیں۔ ان کی نظموں سے چند ایک لائنیں

پیش ہیں جو لِسانی تجربہ اور لِسانی تشکیلات کو واضح کرتی ہیں۔ان کی نظم ”رات میں ایک سرسامی کیفیت“ جس میں انیس ناگی نے لِسان کے واضح تجربات کیے۔ مرکبات کے ساتھ ساتھ تراکیب کی نئی بندش، مجرد کو مجسم اشیاء بنا کر پیش کرنا بھی دراصل نئی لِسانی تشکیل کی طرف ایک اگلا پڑاؤ تھا۔ نظم کے عنوان سے ہی اس تجربہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔

سرسامی کیفیت، اس کے بعد خامشی کے حاملہ نقشِ قدم
رات سنّاٹا نہیں تھا،
خامشی کے حاملہ نقشِ قدم دن کی اُبھرتی
تیرگی میں
ڈوبتی دہلیز تک پھیلے ہوئے تھے
درد مجھ سے دور!
میں کالے سمندر، رات کے ساحل پہ ان کے بے صورت
لفظوں کے ہیولے ڈھونڈتا تھا
جو برہنہ دستکوں کا شور بن کر ذہن کو
محشر بناتے ہیں[۷]

اس کے علاوہ انیس ناگی کی نظمیں تہذیب شہر میں ننگا مسافر، رات کی حد سے باہر ملاقات، میں صراحی نہیں ہوں اور مجرمانہ حملہ ایسی نظمیں ہیں جن میں بہت سے الفاظ اور تراکیب نہ صرف پہلی مرتبہ استعمال ہوئی ہیں بل کہ نثری نظم کے قاری اور سامع کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں جس سے نئے معانی اور مفاہیم اخذ کیے جاتے ہیں اور کیے جاتے رہیں گے۔

جہاں تک لِسانی تشکیلات کا تعلق ہے تو یہ تحریک ان نظم نگاروں نے شروع کی جو نئی شاعری (نثری نظم) کے لیے پرانی زبان کو ترک کر کے جدید لسانی ضرورتوں کو محسوس کر رہے تھے۔ نئی شاعری یا نثری نظم نگاروں کے نزدیک لفظ کے قدیم مفاہیم دم توڑ چکے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ انھیں نئے مفاہیم عطا کیے جائیں، جو عصر اور روحِ عصر کے عین مطابق ہوں۔ لِسانی تشکیلات نے زبان کو جمالیاتی اور فکری بنیاد فراہم کی یہ اساسی طور پر شعر و ادب کی نیابت کرتی ہے اور رائج الوقت الفاظات کو از سرِ نو تعمیر کر کے نیا قصرِ

شاہی تعمیر کرتی ہے۔

سلیم شہزاد لِسانی تشکیلات کے بنیاد گزاروں میں سے ہیں جنھوں نے قدیم زبان اور اس کے علائم و رموز اور استعاروں کو ایک مخصوص تہذیبی پس منظر سے نکال کر نئے زمانے کے اظہار کے تقاضوں کے مطابق متشکل کیا۔ موجودہ زمانے میں جہاں شاعری عصری مسائل کا پرچار کر رہی ہے وہاں ان عصری مسائل کے اظہار کے لیے نئے الفاظ کی ضرورت سے کسی بھی صورت انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نئے الفاظ نہ صرف نئے موضوعات کے اظہار کا وسیلہ ثابت ہوں گے بل کہ نئے تلازماتی رشتوں کے جنم کا سبب بھی بنیں گے۔ سلیم شہزاد کی تمام شعری کوششیں مروّجہ زبان کی توڑ پھوڑ اور ایک نئی زبان کی تخلیق پر مرکوز دِکھائی دیتی ہیں۔

سلیم شہزاد کی نظم جب جذبات، احساسات اور تجربات کی روشنی میں خیال کا پیکر ڈھونڈتی ہے تو نئے لفظ ایجاد ہوتے ہیں۔ یوں سلیم شہزاد کی نظم اپنے جمالیاتی اور معنوی اعتبار سے لِسانی تشکیل میں محدود سے لامحدود کا سفر طے کرتی ہے۔ سلیم شہزاد نے لِسانی تشکیل کے ذریعے صرف دھرتی اور تہذیب سے جڑے ہوئے نئے لفظ ہی نہیں ایجاد کیے بل کہ نظم کی نئی جمالیاتی تشکیل کے بھی موجد قرار پاتے ہیں۔ انھوں نے کنکریٹ شاعری (نیا جمالیاتی انداز) اپنا کر نظم کو نئی ہیئت اور نئی جہت عطا کی ہے۔ ان کی نظموں میں سے چند پیش ہیں جو لِسانی، معنوی اور جمالیاتی تشکیل کا کامیاب تجربہ ہے۔

اس عہد کو جھریاں کیا پڑیں
کہ فکر کی لاشیں
کبڑی ہو کر اپنے ہی
اجداد کے گُھن میں
پِس گئیں[۸]

....

ہجوم اس کی رگوں میں دوڑتا ہے
اُس کی روح سُرخ ہے
اُس کی روح

کانوں کی گونج
میں پچپچاتی
اُسے تلاشتی
تفتیش کی میز پہ پڑے
کاربن اُڑاتی
رَپٹ درج کراتی ہے
تنہائی کا روزنامچہ
ہجوم کی آنکھوں
سے
بہتے
خیال پہ
اٹکا ہے[۹]

....

اے مٹی کے خدا
رختِ سفر کی چھال سے
آسیب کی آنکھ کا
اِک جال بنا
جو
حال کی شکل پہ
جب بھی ٹھہرے
عنابی جسم کے گلابی ہاتھ کی حِنا
جھڑ
تے
ا

ش
کو
ں
کی
پھوار کو
سُرخ پتوار سے روکے
ماگھ کے نوکیلے جسم پہ
پوہ کی اندھی دھند
ہاتھ پہ رکھی دعا اُنڈیلے
رونے والے
موسموں میں
مٹی کے جسم
انگارا گلیں
توساون،
آسیبی آنکھ کی
ٹہنی پہ چپکا
سبز آنسوؤں کو
ہاڑ کی سیپی میں سمو کر
معذور ہو
اے مٹی کے خدا
دشت کی پشت پہ
سب موسموں کا ایک ہی
موسم اُگا"

افتخار جالب کے نزدیک شعر وادب کی لِسانیات کی از سرِ نو تشکیل اس لیے ضروری تھی کہ اب تک

کی رائج الوقت زبان پر گرامر کی حکمرانی رہی ہے۔ بے شمار تبدیلیوں سے ہم کنار ہونے والی اُردو مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے آج جب کہ ہمارے درمیان ہے تو تبدیلی کا یہ عمل رُکنا نہیں چاہیے۔ زبان میں موجود تمام مواد کو نئے سِرے سے منظّم و مربوط طور پر بروئے کار لایا جانا چاہیئے تاکہ شعروادب کی لِسانیات میں وسعت آئے۔

حوالہ جات

۱۔ مرزا خلیل احمد بیگ،اُردو کی لِسانی تشکیلات (علی گڑھ: ایم۔کے آفسٹ پرنٹرس، ۲۰۱۶ء)، ۱۴۔

۲۔ ایضاً، ۱۶۔

۳۔ افتخار جالب،لِسانی تشکیلات اور قدیم بنجر (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۱ء)، ۱۱۔

۴۔ ظفر اقبال،گلافتاب (لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، ۱۹۹۵ء)، ۷۹۔

۵۔ ایضاً، ۲۱۲۔

۶۔ افتخار جالب،لِسانی تشکیلات اور قدیم بنجر، ۲۱۵-۲۱۶۔

۷۔ انیس ناگی،غیر ممنوعہ نظمیں (لاہور: الٰہی آرٹ پریس، ۱۹۷۳ء)، ۴۸۔

۸۔ سلیم شہزاد،کٹی پوروں سے بہتی نظمیں (لاہور: بک ہوم، ۲۰۲۱ء)، ۴۰۔

۹۔ ایضاً، ۴۲۔

۱۰۔ ایضاً، ۵۱-۵۲۔